معروف شاعر اور سُر شناس فرحت عباس شاہ سے اک مکالمہ

س۔زندگی کہاں سے شروع کی؟

ج۔ایک زندگی تو وہ ہوتی ہے جب انسان دنیا میں آتا ہے۔میں 15 نومبر 1964ء کو جھنگ میں پیدا ہوا۔اس کے بعد وہ زندگی جس میں شعور بیدار ہو کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوتا ہے یہ کہاں سے شروع ہوئی اب مجھے ٹھیک سے یاد نہیں کیونکہ میری زندگی میں کافی محرومیاں اور سختیاں تھیں۔

س۔کیا کیا کامیابیاں سمیٹیں آپ نے؟

ج۔کامیابیاں اللہ تعالٰی نے بڑی دیں۔میری زندگی کا پہلا سنگ میل ,,مارشل آرٹ،، میں کامیابی تھی۔بلیک بیلٹ ننجا کے علاوہ بھی بہت سے لیول کیے۔ہارس اینڈ کیٹل شو میں کہنی سے برف کے 12 بلاک توڑنے کا مظاہرہ بھی کیا۔پھر شاعری میں قدم رکھا تو یہ میری پہچان بن گئی۔1989ء میں جب میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے فلاسفی کا طالب علم تھا تو میرا پہلا مجموعہ کلام ,,شام کے بعد،، شائع ہوا۔جس کے اب تک 200 ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جو کسی بھی اردو شاعر کا ایک ریکارڈ ہے۔صحافتی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے میدان میں اترا تو میرا شمار ایسے چند سچے اور کھرے صحافیوں میں ہوتا ہے جنھوں نے جرنیلوں کے کارنامے بمع تصاویر شائع کرنے کی جرات کا مظاہرہ کیا۔ریڈیو،ٹی وی میں کام کیا اس میں بھی کامیاب رہا۔انسانی خدمت کے لیے فرض فاؤنڈیشن چلانے کا ذمہ اٹھایا تو اس میں بھی اللہ تعالٰی نے سرخرو کیا۔

س۔زندگی کا اہم لمحہ کسے سمجھتے ہیں؟

ج۔ ہر وہ لمحہ جو کسی انسان کی مدد کرنے اور انسانیت کی خدمت میں صرف کیا وہ میرے نزدیک سب سے اہم ہیں۔

س۔آپ کی شاعری کی طرف رجحان کیسے ہوا؟

ج۔ میں حادثاتی طور پر شاعر نہیں بنا بلکہ پیدائشی طور پر شاعر ہوں۔بچپن میں اس کا دائرہ کار جھنگ تک محدود تھا اس کے بعد لاہور آیا تو یہاں پر جذبات کا اظہار کرنے کے مواقع زیادہ ملے اور پہلی کتاب کی مقبولیت سے شاعری سے عشق بڑھتا چلا گیا۔

س۔آپ کی شاعری میں شام کا ذکر بہت ہے۔کیوں؟

ج۔شام میری طبیعت سے بڑی مطابقت رکھتی ہے۔اکیلا بچہ ہونے کی وجہ سے احساس تنہائی شروع سے بہت تھا۔اس کے ساتھ اللہ تعالٰی نے دل بھی حساس دے دیا۔شاید اسی وجہ سے میری شاعری میں اداسی کا عنصر کافی ہے۔دن کا اجالا گزرنے کے بعد شام میں بے ثمر رائیگانی کا احساس بڑھ جاتا ہے۔

س۔آپ کی مجموعہ کلام کی کل تعداد؟

ج۔میری اب تک ٹوٹل 68 کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔جن میں 46 مجموعہ کلام ہیں۔کچھ کتابوں کا انگریزی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

س۔شاعری سے موسیقی کا سفر یہ سب کچھ کیوں کر ہوا؟

ج۔شاعری میری پہلی محبت تھی موسیقی سے پھر ساتھ ساتھ محبت ہوتی گئی۔لاہور آنے کے بعد موسیقی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔تقریباً 20 برس کلاسیکی موسیقی سیکھی ہے۔موسیقی سیکھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ میں موسیقی کو سمجھ کر سننے کے قابل ہو جاؤں۔

س۔شعر میں سر کی آمیزش کے بعد شاعری پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

ج۔شعر کو جیسے پر لگ جاتے ہیں۔تاثیر اور برکت بڑھ جاتی ہے۔موسیقی سے اگر شعر کو اچھے ,,سر،، مل جائیں تو اس میں رعنائی آ جاتی ہے۔

س۔آپ کا پسندیدہ راگ، گائیک اور شاعر کون ہیں؟

ج۔ایمن کلیان۔بھوپالی اور کافی کالڑا

نور جہاں اور مہدی حسن کو سننے کے بعد کوئی گلوکار پسند آنا مشکل ہو جاتا ہے۔کیونکہ میں کلاسیکی موسیقی کا شوق بھی رکھتا ہوں اس لیے آشوانی، پروین سلطانہ، کشوری امنکر اور راشد خان کو بھی شوق سے سنتا ہوں۔ غالب، منیر نیازی اور رابرٹ فراسٹ میرے پسندیدہ شاعر ہیں۔

س۔ریڈیو پر پریزینٹر بننے کا تجربہ کیسا رہا؟

ج۔بڑا دلچسپ......!! مجھے ذاتی طور پر بڑا پسند تھا۔زندگی میں زیادہ تر وہی کیا ہے جو مجھ کو پسند تھا۔کبھی کاروبار نہیں کیا کیونکہ میں سرمایہ دار بننا نہیں چاہتا تھا۔پڑھائی میں فزکس کیمسٹری سے معافی مانگی اور فلاسفی سے دوستی کی۔سپورٹس بھی اپنی مرضی ہی کی۔شاعری، موسیقی، کمپیرنگ، پریزینٹر وغیرہ سب کچھ اپنی مرضی سے کیا سب کاموں میں انجوائے کیا۔ان سب کاموں نے مجھے مثبت توانائیاں بھی دیں اور میری پہچان بھی بنائی۔

س۔آپ اپنی شاعری ترنم کے ساتھ بھی سناتے ہیں کبھی گلوکار یا موسیقار بننے کا بھی سوچا؟

ج۔میں نے کبھی اپنے آپ کو بطور موسیقار یا گلوکار شناخت کروانے کا نہیں سوچا۔صرف اپنی شاعری کا مزہ لینے کے لیے کبھی ترنم سے پڑھ لیتا ہوں یا کبھی اپنے دوستوں کی فرمائش کا احترام کرتے ہوئے بھی سنا دیتا ہوں۔اپنی شاعری کی دھن بھی خود تیار کرتا ہوں۔مگر کبھی ذہن میں یہ نہیں رکھا کہ میں گلوکار یا موسیقار بن جاؤں۔

س۔آپ فرض فاؤنڈیشن کے چیئرمین بھی ہیں۔انسانی خدمت کا جذبہ کب اور کیسے بیدار ہوا؟

ج۔فرض فاؤنڈیشن کا چیئرمین بننا میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے۔کیونکہ اس میں انسانی خدمت کا پہلو شامل ہے۔انسانیت کی خدمت کرنا میری شروع سے خواہش رہی ہے جو میرے ماں باپ نے میرے خمیر میں ڈالی ہے۔اللہ تعالیٰ نے مجھے حساس دل دے کر اس کام کو کرنے کا جذبہ دیا۔مجھے پانچ چھ برس مائکروفنانس پڑھنے کا موقع بھی ملا۔میں نے اپنی ساری جمع پونجی اس کارِ خیر میں لگا کر اس کی بنیاد رکھی۔میرے کئی دوستوں نے بھی اس کام میں میرا ساتھ دیا۔اب قافلہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔گزشتہ دنوں ترکی میں اسلامک مائکروفنا

نس کا ماڈل پیش کیا تو لوگوں نے بہت پسند کیا۔اب دیکھیں کہاں ایک شاعر اور کہاں مائکروفنانس کا ماڈل ......!میں دنیا میں مائکروفنانس کی ایک تھیوری پیش کرر ہاہوں جسے ,,ٹوسٹ آف اکانومی،، کا نام دیا ہے۔جس کا مقصد غریب اور بے روز گار لوگوں کو نفع نقصان میں شراکت کا موقع دے کران کو پاؤں پر کھڑا کرنا ہے۔میرے خیال میں جو کام گراس روٹ لیول یا نچلے لیول سے شروع کیا جائے اس سے بڑے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔دنیا کے سارے خزانے زمین سے ہی نکلتے ہیں،پانی بھی زمین سے نکلتا ہے،درخت بھی زمین سے نکلتے ہیں۔میں سمجھتا ہوں غریب آدمی کو جب تک ہم اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کا موقع فراہم نہیں کریں گے دنیا کی معاشی حالت تبدیل ہونا ممکن نہیں۔

س۔کبھی چیریٹی کے لیے بیرون ممالک کا دورہ بھی کیا؟

ج۔اپنے ادارے کے تعارف کے لیے ترکی گیا ہوں اپریل کے آخری عشرے میں ملائشیا جار ہا ہوں۔اس کے بعد انشاءاللہ برطانیہ کا دورہ کروں گا۔میں مائکروفنانس کے پہلے اور واحد اسلامک ماڈل کی کامیابی کو لے کر برطانیہ آرہا ہوں۔فرض فاؤنڈیشن کے آئندہ 10 برس کا پلان آکسفورڈ یونیورسٹی میں مائکروفنانس انسٹیٹیوٹ بنا رہا ہے۔میں نے یہ کام جھنگ سے شروع کیا پھر لاہور سے ہوتا ہوا پورے پنجاب میں پھیل گیا۔اس وقت یہ سارے پاکستان میں بڑی کامیابی سے کام کرر ہا ہے۔انشاءاللہ بہت جلد اس کا نیٹ ورک ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔

س۔شاعر سماجی تبدیلی میں کیا کردار ادا کرسکتے ہیں؟

ج۔شاعر شعور بانٹنے والے کا نام ہے،محبت خوبصورت خیال دینے والے کا نام ہے،اپنے اردگرد ماحول کی نبض بن کر دل کے ساتھ دھڑکنے والے کا نام ہے۔شاعر سماجی تبدیلی لانے ساتھ معاشی تبدیلی بھی لا سکتے ہیں۔بشرطیکہ شاعر سچا ہو،بے لوث ہو اور نڈر ہو۔اس وقت معاشی مسئلوں نے تمام مسائل کا قد چھوٹا کر دیا ہے۔

س۔پاکستان کے موجودہ حالات کو آپ کیسے دیکھتے ہیں؟

ج۔بہت برے ہیں۔حالات اچھے ہوں تو کام کرنا کوئی کارنامہ نہیں،یہی وقت ہے کام کرنے کا،اگر آج کام نہ کیا تو اس میں کوئی شک نہیں پھر ہم کو حالات سدھارنے کا موقع نہیں ملے گا۔

س۔مذہبی انتہاءپسندی نے پاکستان کو دنیا میں کیا نقصان پہنچایا ہے؟

ج۔ہمیں مذہبی انتہاءپسندی نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔اگر اس کو روکا نہ گیا تو آئندہ اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچائے گی۔آج سے بیس برس پہلے اس کو روکا گیا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔میں نے تو طالب علمی کے زمانہ میں اس کی مخالفت میں شعر کہے تھے۔جب ضیاء الحق کا دور تھا۔اس وقت بھی مخالفت کی جب مارشل لا ءتھا۔

تو ہے سورج تمہیں معلوم کہاں رات کا دکھ
تو کسی روز اتر میرے گھر میں شام کے بعد

مجھے یہ نظر آ رہا تھا کہ مذہبی انتہا پسندی ہمیں غلط سمت میں لے جا رہی ہے۔ بھٹو کے دور میں اس کو طاقت دینے کے لیے مذہبی انتہاء پسندی کے زخم لگنا شروع ہو گئے تھے جو ضیاء الحق کے دور تک ناسور بن چکے تھے۔ افغانستان میں بھی اس کا ناجائز استعمال کیا گیا۔ انتہاء پسندی تو کسی چیز کی بھی درست نہیں۔ میرے خیال میں اس وقت پاکستان کو مذہبی انتہاء پسندی نے کافی نقصان پہنچایا ہے مگر دنیا کو معاشی انتہاء پسندی لے ڈوبی ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے آج سے پہلے اس طرف ہم نے دھیان کیوں نہیں دیا۔ دراصل میانہ روی اور معتدلانہ طرز زندگی ہی امن وسلامتی کی طرف لے کر جا سکتا ہے۔

س۔ کیا پاکستان کی موجودہ سیاسی جماعتیں عوامی ضروریات پوری کر پائیں گی؟

ج۔ یہ اس طرح کی سیاسی پارٹیاں نہیں جو اپنے منشور کے مطابق کام کرتی ہیں۔ یہ اقتدار کی بندر بانٹ میں حصہ لینے والی جماعتیں ہیں جو اقتدار میں آنے کے لیے چکر بندیاں کر کے کچھ بھی کر سکتیں ہیں۔

س۔ عمران خان تیسری قوت بن کر سامنے آیا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں اسے کسی حد تک کامیابی نصیب ہو گی؟

ج۔ میں عمران خان کے پہلے جلسے کا میزبان تھا منیر نیازی اس میں مہمان خصوصی تھے۔ جو لاہور میں پریس کلب میں کیا گیا جس میں میں نے اپنی نوکری چھوڑ کر عمران خان کی پارٹی میں شمولیت کا اعلان بھی کر دیا۔ میں نے شاعروں ادیبوں اور صحافیوں کو اکٹھا کر کے عمران خان سے ملوایا بھی تھا اور ایک نیا نعرہ ,,نئی امید،، بھی دیا۔ مگر میری شعلہ بیانی عمران خان کو پسند نہ آئی۔ یوں اس کی پارٹی سے جلدی کنارہ کشی کر لی۔ اب اس پارٹی میں وہی پرانے لوگ ہیں جو اس سے پہلے بھی عوام کو بے وقوف بناتے رہے ہیں۔ عمران خان کسی کے آشریاد سے ,,باری،، تو لے سکتا ہے مگر حالات تبدیل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی پارٹی کا اندرونی structure کمزور اور تجربہ کی کمی ہے۔

س۔ کیا یہ وہی لاہور ہے جو آپ نے کبھی پہلی بار دیکھا تھا؟

ج۔ نہیں اس وقت بڑا پر سکون تھا، اب شور ہے، افراتفری ہے، انتشار ہے، بھیڑ ہے، غصہ ہے اور مادیت کا عنصر بہت عام ہے۔

س۔ آپ کا پسندیدہ سیاستدان کون ہے؟

ج۔ کوئی نہیں۔ موجودہ دور میں کوئی اس قابل نہیں جسے پسند کیا جا سکے۔

س۔ سیاستدان کو پسند کرنے کی تین معیارات کیا ہو سکتے ہیں؟

ج۔ نظریاتی ہو ، عوامی ہو اور بین الاقوامی ہو۔

س۔ بڑھتی ہوئی بے یقینی عوام کو کہاں لے کر جائے گی؟

ج۔ یقین تک لے جائے گی۔ قدرت کا اصول ہے ہر زوال کے بعد عروج آتا ہے۔ غیر یقینی بھی انتہا کو پہنچ کر ,,یقین،، کو جنم دے گی۔ مایوس نہیں ہونا چاہیے اچھی نیت سے کوشش جاری رکھنی چاہیے۔

س۔ اچھا! سچ سچ بتائیں کبھی کسی سے عشق کیا؟

ج۔ بے پناہ......!!! میں آج جو کچھ بھی ہوں عشق کی وجہ سے ہوں۔ عشق ایک مجنون بوڑھا دیوتا......! اس کے بغیر کچھ بھی نہیں۔

یہ عشق ہے اس سے تیمارداریاں کیسی؟؟

اسے نہ پوچھ یہ بوڑھا نڈھال درد کا ہے

س۔انجام کیا ہوا؟

ج۔میرا عشق کامیاب رہا۔میرا عشق اجناس سے حقیقت کی طرف اور حقیقت سے انسان کی طرف لوٹا ہے۔

س۔شاعر،صحافی،ریڈیو ٹی وی کے کمپیئرنگ پریزینٹر،انسانی خدمت کے لیےفرض فاؤنڈیشن،اور اپنی فیملی......سب کو کیسے چلاتے ہیں؟

ج۔اللہ تعالیٰ نے میرے اندر ایک غیر معمولی ٹائم مینیجر رکھا ہے جس کی وجہ سے میں اپنا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتا۔جاگتے میں کچھ نہ کچھ تو ضرور کرتا ہوں مگر سوتے ہوئے بھی کئی سپنے بنتا رہتا ہوں۔یوں میرے لیے ایک دن میں چوبیس گھنٹے بہت زیادہ ہیں۔کچھ نہ کرنا ہو تو ایک دن میں چوبیس گھنٹے بھی کم لگتے ہیں۔

س۔پاکستان کے موجودہ مسائل کا آپ کے نزدیک کیا حل ہے؟

ج۔صرف اور صرف ,,انقلاب،،

س۔کوئی پیغام جو آپ نئی نسل کو دینا چاہیں؟

ج۔نوجوان نسل آگے آئیں اور موجودہ مسائل کو حل کرنے کے لیے انفرادی سطح پر کوشش کریں جو اجتماعی بن کر سارے ملک کا مسئلہ حل کر دے۔جس چیز کی کمی ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہر شخص انفرادی کوشش کرے۔

سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com